سوال

(145) نماز تراویح کے متعلق مغالطے اور ان کی اصلاح

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نماز تراویح کے متعلق سید عنائت اللہ شاہ بخاری حنفی عالم کے چند مغالطے

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

تقلید شخصی اور جمود مذہبی کا برا ہو۔ یہ دونوں جب بڑوں بڑوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں تو ان کو فکر و نظر، عقل شعور، اور خاص کر صحیح فہم حدیث اور جذبہ اتباع سنت سے محروم کر دیتے ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ تقلید شخصی کا مریض اور جمود مذہبی کا علمبردار نصوص قرآنیہ اور احادیث صحیحہ محکمہ کو منسوخ تک کہہ دیتا ہے۔ ملاحضہ ہو اصول کرخی (اصول 18، 29، ص 373) یہ رسالہ اصول فقہ حنفی کی مشہور کتاب اصول بزدوی کے آخر میں ملحق ہے۔ جبھی تو کہنے والے نے کتنی پیاری بات کہی ہے:

فاَهرب عن التقليد فهو ضلالةٌ اِنّ المقلد فی سبيل الهالک

یہ حادثہ محترم جناب سید عنایت اللہ شاہ بخاری حنفی آف گجرات کے ساتھ بھی پش آ چکا ہے۔ چنانچہ آپ نے یکم ستمبرٍ 1978 کو رمضان المبارک کے ایک خطبہ جمعہ میں مسئلہ تراویح پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا تھا:

1۔ اکابر علمائے اہل حدیث بیس رکعت تراویح کو سنت کہتے آئے ہیں۔

2۔ آٹھ رکعت تراویح کی بدعت 1284ھ میں شہر اکبر آباد کے ایک غیر مقلد مولوی نے شروع کی۔ پھر 1290ھ میں مشہور غیر مقلد مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس بدعت کو فروغ دیا اور مولوی غلام رسول قلعہ والے نے اہل حدیث ہوتے ہوتے ہوئے مولوی محمد حسین کا رد کرتے ہوئے اس کو مفتی غالی لکھا۔

3۔ جس روایت میں آٹھ رکعت منقول ہیں وہ تہجد کی نماز ہے۔ تراویح ہر گز نہیں۔

انھی پیئے تے کتی چٹے۔ (یہاں پر شاہ صاحب نے اہل حدیث کو کوڑ مغز بتاتے ہوئے کہا ہے کہ غیر مقلد فہم حدیث میں اتنے کورے ہیں کہ تہجد کی رکعتوں کو تراویح کی رکعتیں سمجھ بیٹھے اور پھر یہ پھبتی کیسی ہے کہ انھی پیئے تے کتی چٹے۔)

4۔ تمام صحابہ کرام، ائمہ اربعہ اور پوری امت کا بیس رکعت تراویح پر اجماع ہے اور ایسے اجماع کے مخالف پر رب دی پھٹکار پندی اے ۔ رحمت نئیں ہندی ۔ گویا شاہ صاحب کے نزدیک آٹھ رکعت کے قائلین لعنتی ہیں ۔

5۔ غیر مقلد نوں دوجے بنے دی پھٹ جلدی لگ جاندی اے، چنانچہ مرزا غلام قادیانی اور مشہور منکر حدیث پرویز پہلے غیر مقلد تھے، یعنی شاہ صاحب کے نزدیک ان کی گمراہی کا واحد باعث عدم تقلید ہے ۔

6۔ غیر مقلدوں کے مسائل مرزائیوں اور شیعوں کے ساتھ ملتے ہیں جیسے طلاق ثلاثہ اور آٹھ رکعت تراویح وغیرہ ۔

7۔ پھر دغا یہ کہ رمضان میں تین وتر پڑھتے اور غیر رمضان میں سارا سال ایک وتر پڑھتے ہیں پھر ان کو گیارہ رکعت والی حدیث یاد نہیں رہتی ۔

یہ ہیں وہ ارشادات عالیہ اور ملفوظات سامیہ جو شاہ صاحب نے اہل حدیث کے متعلق ارشاد فرمائے ہیں اور ان کی اس تقریر کی کیسٹ ہمارے ایک رفیق محترم ظہیر الدین چوہان کے پاس اب موجود اور محفوظ ہے ۔

ذیل کے سطور میں شاہ صاحب حفظہ اللہ کے ان سات الزامات اور مزعومہ دعاوی پر منصفانہ تبصرہ پیش کرنے کی جسات کی گئی ہے ۔

ان ارید الا الاِصلاح وما توفیقی اِلا باللہ

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

1۔ کوئی اہل حدیث عالم بیس کا قائل نہیں رہا :

حضرت شاہ صاحب کا یہ دعویٰ کہ فاضل اہل حدیث علماء بیس رکعت تراویح کے قائل چلے آرہے ہیں ۔ ہمارے علم مطالعہ کے مطابق نہ صرف درست نہں بلکہ علمائے حدیث پر سراسر بہتان اور تہمت ہے ۔ اگر شاہ صاحب مین اخلاقی جرات ہے تو وہ کسی ایسے اہل حدیث عالم کا نام پش فرمادیں جو علم، مطالعہ، اور تحقیق و تفتیش کے لحاظ سے ہمارے اکابر علمائے حدیث میں شمار ہوتا ہو اور یہ بھی بتائیں کہ ان کا یہ فتویٰ یا کتاب کب اور کہاں شائع ہوئی تھی ۔

علاوہ ازیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کو اہل حدیث مکتب فکر کی اساس تک کا بھی علم نہیں ۔ اگر انہیں اس اساس کا علم ہوتا تو وہ اتنی گری ہوئی بات نہ کرتے ۔ کیونکہ اہل حدیث کے نزدیک حجت صرف کتاب وسنت ہی ہیں ۔ ان دونوں کے ہوتے ہوئے کسی بھی مجتہد اور امام کا کوئی اجتہاد یا استحان اور فتویٰ قبول کرنا، ان کے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بغاوت کے سوا کچھ نہیں ع

اصل دیں آمد کلام معظم داشتن

پس حدیث مصطفیٰ ﷺ برجاں مسلم داشتن

اس لئے شاہ صاحب آئندہ کےلئے یاد رکھیں کہ اہل حدیث صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین ہی کے پابند ہیں کسی مولوی کے نہیں ع

حدیث بادو ومینا و جام آتی نہیں مجھ کو

نہ کر خاراشگافوں سے تقاضا شیشہ سازی کا

جواب۔ دعویٰ نمبر ۲ :

آٹھ رکعت تراویح بدعت نہیں سنت ثابتہ ہے اور پھر سنت بھی ایسی کہ تمام اکابر علمائے احناف کو اس کا اعتراف ہے۔ لیجئے پڑھئے مگر تقلید اور تعصب کی عینک اتار کر :

۱۔ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمنِ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، كَيْفَ كَانَتْ صَلاَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: «مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلاَ فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلاَثًا۔ (صحیح بخاری : باب قیام النبی ﷺ ج 1 ص 154 وکتاب الصوم ص ۲۶۹۔ صحیح مسلم باب صلوۃ اللیل وعدد الرکعات ج ۱ ص ۲۵۴ وسنن اربعۃ)

''حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں رات کو نماز (یعنی تراویح) کیسے ادا فرماتے تھے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : رسول اللہ ﷺ چاہے رمضان کا مہینہ ہو یا غیر رمضان کا، گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ نہایت عمدگی کے ساتھ چار رکعت ادا فرماتے، پھر اس طرح چار رکعت اور پڑھتے، پھر تین رکعت وتر ادا فرماتے۔''

۲۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ وَأَوْتَرَ, فَلَمَّا كَانَتِ الْقَابِلَةُ اجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا أَنْ يَخْرُجَ, فَلَمْ نَزَلْ فِيهِ حَتَّى أَصْبَحْنَا, ثُمَّ دَخَلْنَا, فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ, اجْتَمَعْنَا الْبَارِحَةَ فِي الْمَسْجِدِ, وَرَجَوْنَا أَنْ تُصَلِّيَ بِنَا, فَقَالَ : إِنِّي خَشِيتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ۔ (رواہ ابن حبان وابن خذیمۃ فی صحیحھا والطبرانی فی الصغیر (ص ۱۰۸) ومحمد بن نصر المروزی فی قیام اللیل (ص ۱۵۵ طبع سانگلہ ھل) وقال الحافظ الذھبی بعد ما ذکر ھذا الحدیث اسنادہ وسطہ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۸۰ وفتح الباری ج ۳ ص ۱۲)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں کو رمضان کے مہینہ میں (تراویح کی نماز) آٹھ رکعت پڑھائیں، بعد میں وتر پڑھے۔ دوسری رات بھی ہم اکٹھے ہو کر آپ کا انتظار صبح تک کرتے رہے۔ امید تھی کہ رسول اللہ ﷺ نکلیں گے اور نماز پڑھائیں گے۔ مگر آپ تشریف نہ لائے، پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ بات بیان کی تو فرمایا کہ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں یہ نماز تم لوگوں پر فرض نہ ہو جائے۔ اس لئے میں گھر سے نہیں نکلا۔''

۳۔ جابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَاءَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ كَانَ مِنِّي اللَّيْلَةَ شَيْءٌ, قَالَ : وَمَا ذَاكَ يَا أُبَيُّ؟ قَالَ : «نِسْوَةُ دَارِي قُلْنَ إِنَّا لَا نَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَنُصَلِّي خَلْفَكَ بِصَلَاتِكَ, فَصَلَّيْتُ بِهِنَّ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ وَالْوِتْرَ فَسَكَتَ عَنْهُ وَكَانَ شِبْهَ الرِّضَاءِ» وَلَمْ يَقُلْ شَيْئاً۔ (رواہ ابو یعلی : الطبرانی بنحوہ فی الاوسط قال الھیثمی فی مجمع الزوائد (ج ۲ ص ۷۴) اسنادہ حسن وذکرہ محمد بن نصر المروزی فی قیام اللیل (ص ۱۵۵) وشوق النیموی الحنفی فی آثار السنن ج ۲ ص ۵۔ صحیح ابن خزیمۃ ج ۲ ص ۳۴۰)

''حضرت جابر کا بیان ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت آج رات مجھ سے ایک بات ہو گئی ہے۔ فرمایا وہ کونسی؟ حضرت ابی نے کہا کہ میرے گھر کی عورتوں نے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھ سکتی ہیں۔ لہٰذا تراویح کی نماز آپ گھر ہی پڑھئے ہم بھی آپ کی اقتدا میں پڑھ لیں گی۔ چنانچہ میں نے ان کو آٹھ رکعتیں اور اس کے بعد وتر کے ساتھ نماز پڑھا دی۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہ گئے اور ایسا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اس کو پسند فرمایا۔ اس حدیث کی سند بھی حسن ہے۔

پہلی اور دوسری حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ کے عمل کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان میں تراویح کی آٹھ رکعتیں پڑھائیں۔ اس کے بعد وتر ادا فرمایا۔ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی فعلی سنت ہوئی۔ تیسری حدیث میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے گھر کی عورتوں کو آٹھ تراویح پڑھائیں اور رسول اللہ ﷺ نے سکوت فرمایا۔ یعنی آپ ﷺ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔ اس لئے دن کے اجالے کی طرح واضح ہوا کہ یہ طریقہ آپ کو پسند تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی تقریری سنت ٹھہری۔ اس طرح فعل نبوی ﷺ اور تقریر نبوی ﷺ دونوں سے آٹھ رکعت تراویح کا سنت نبوی ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ یہی اہل حدیث کا مسلک اور عمل ہے۔

اس کے مقابلہ میں کسی صحیح، مرفوع، غیر مجروح حدیث سے بیس یا بیس سے زائد رکعات کا ثبوت موجود نہیں۔ نہ قولاً نہ فعلاً اور نہ تقریراً۔ اس لئے اہل حدیث بیس یا بیس سے زائد تراویح کو سنت نہیں سمجھتے۔

علمائے احناف کی شہادت :

ان تینوں احادیث صحیحہ اور حسنہ سے تراویح کی آٹھ رکعتوں کا سنت نبوی ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہیں ۔ اس کے متعلق ہم آپ کی اطلاع کے لئے خود اکابر علمائے احناف ہی شہادت آپ کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں ۔

ترجمان حنفیہ امام محمدؒ کی شہادت :

آپ امام ابو حنیفہؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور ایوان حنفیت کے صدر نشین اور انہی کی کتابوں سے آج حنفیت زندہ ہے ۔ موصوف نے اپنی کتاب موطا میں یہ عنوان قائم کیا ہے ۔ بَابُ قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ وَمَا فِيهِ مِنَ الْفَضْلِ اور علامہ عبد الحیٔ حنفی لکھوی نے اس کے حاشیہ میں لکھ کر بتایا ہے وَيُسَمَّى التَّرَاوِيح کہ قیام شہر رمضان سے مراد نماز تراویح ہے ۔ (التعلیق الممجد ص ۱۴۲) امام محمد اس باب میں پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث لائے ہیں جس میں تین روز تک آنحضرت ﷺ کی تراویح باجماعت کا ذکر ہے ۔ لیکن چونکہ اس میں رکعات کی تعداد کا بیان نہیں ہے ، اس لئے اس کے بعد ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت لائے جس کو ہم آٹھ رکعت کے ثبوت میں پہلی حدیث کے عنوان سے زیب قرطاس کیا ہے ۔ امام محمدؒ کی اس صنیع سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے پہلے تراویح کی جماعت کا مسنون ہونا ثابت کیا ہے اس کے بعد مع وتر اس کی گیارہ رکعت کا سنت نبوی ہونا ثابت کیا ہے ۔لیجئے جناب شاہ صاحب یہ آپ کے اس امام کی شہادت ہے جن کا شمار حنفی مذہب کے بانیوں میں ہوتا ہے ۔

۲ ۔ علامہ کمال ابن ہمام کی شہادت :

یہ وہی کمال ابن ہمامؒ ہیں جن کی بابت رد المختار (ج ۴ ص ۲۸۸) میں لکھا ہے ۔ كَمَالُ ابْنُ الْهُمَامِ بَلَغَ رُتْبَةَ الاِجْتِهَادِ کہ کمال ابن ہمام درجہ اجتہاد کو پہنچ گئے تھے ۔ موصوف نے فتح القدیر شرح الہدایہ میں فریقین کے دلائل ذکر کئے ہیں ۔ بیس رکعت والی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے ۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث کی بنا پر تسلیم کیا ہے کہ کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت گیارہ رکعات مع وتر ہیں ۔ ان کے الفاظ یہ ہیں :

فتحصل من هذا كله أن قيام رمضان سنة احدىٰ عشرة ركعة بالوتر فی جماعة فعله ﷺ ثم تركه للعذر ۔ (فتح القدیر : ج ا ص ۴۰۸ ۔)

۳ ۔ امام جمال الدین زیلعی کی شہادت :

بیس رکعت والی روایت کو ضعیف قرار دے کر لکھتے ہیں :

ثُمَّ إِنَّهُ مُخَالِفٌ لِلْحَدِيثِ الصَّحِيحِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمنِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ، كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ ؟ ، قَالَتْ : مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ ، وَلَا فِي غَيْرِهِ ، عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً الخ ، ۔ (نصب الرایۃ : ج ۲ ص ۱۵۳)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بیس رکعت تراویح والی حدیث ضعیف ہونے کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مشہور اور بالاتفاق صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان صرف گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے ۔''

۴ ۔ فقیہ ابن نجیمؒ کی شہادت :

فقاہت کے لحاظ سے موصوف کو ابو حنیفہ ثانی اور محرر مذہب النعمانی لکھا جاتا ہے ، جیسا کہ بحر الرائق کے ٹائٹل سے واضح ہے ۔ آپ محقق کمال ابن ہمام کی تحقیق انیق سے سو فی صد اتفاق کرتے ہوئے اعلان فرماتے ہیں ۔

وَقَد ثَبتَ اَنَّ ذٰلِکَ کَانَ اِحدَی عَشرَۃَ رَکعَۃً بِالوِترِکَمَا ثَبتَ فِی الصَّحِیحَینِ مِن حَدِیثِ عَائِشَۃَ۔ (بحر الرائق شرح کنز الدقائق : ج ۲ ص ۶۶۔۶۷)

’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہوا کہ سنت نبوی مع وتر گیارہ رکعت ہی ہیں۔‘‘

۵۔ علامہ طحطاویؒ حنفی کی شہادت :

آپ محقق کمال ابن ہمام کی تحقیق سے اتفاق کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں :

فاِذن یکون المسنون علی اصول مشائخنا ثمانیۃ منھا والمستحب اثنا عشرۃ۔ (طحطاوی : ج ا ص ۲۶۵)

۶۔ صاحب نفحات رشیدی کی شہادت :

وَاختلفوافی عدد رکعاتھا التی یقوم بھا الناس فی رمضان ما المختار منھا ازلانص فیھا فاختار بعضھم عشرین رکعۃ سوی الوتر واستحسن بعضھم ستا وثلاثین رکعۃ والوترثلاث رکعات وھوالامر القدیم الذی کان علیہ االصدرالاَول والذی اَقول بہ فی ذلک ان لا توقیت فیہ فاِن لا بد من الاقتداء فالاقتداء برسول اللہ ﷺ فی ذلک فاِنہ شبہ عنہ ﷺ انہ مازاد علی اِحدی عشرۃ رکعۃ بالوترشیئالافی رمضان ولافی غیرہ اِلاانہ کان یطولھا فھذاھوالذی اختار للجمع بین قیام رمضان والاِقتداء برسول اللہ ﷺ قال اللہ تعالیٰ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (حوالہ مذکورہ، انوار مصابیح : ص ۴۷ومسک الختام مترجم : ج ا ص ۲۸۸۔۲۸۹)

یعنی تراویح کی رکعتوں کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس کی کتنی تعداد مختار ہے۔ اس لئے کہ اس کے متعلق کوئی نص موجود نہیں۔ بعض وتر کے علاوہ بیس کو پسند کرتے ہیں اور بعض چھتیس کو۔ یہی امر قدیم ہے۔ اس پر صدر اول کے مسلمانوں کا عمل رہا ہے۔ میرے خیال میں چونکہ یہ ایک نفلی نماز ہے۔ اس لئے اس کی کوئی خاص تعداد مقرر نہیں۔ تاہم اگر کسی کی اقتدا کرنا ضروری ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرنی چاہیے۔ آپ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے مع وتر گیارہ رکعتوں سے زیادہ تراویح نہیں پڑھی ہے۔ البتہ آپ کی یہ نماز لمبی ہوتی تھی۔ میں اس کو پسند کرتا ہوں کیونکہ اس پر عمل کرنے سے قیام رمضان اور اتباع سنت نبوی دونوں کا حق ادا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو رسول اللہ ﷺ ہی کی پیروی کا حکم دے رکھا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

ہوتے ہوئے مصطفیٰ ﷺ کی گفتار

مت دیکھ کسی کا قول و کردار

۷۔ حجۃ الاحناف علامہ عینی کی شہادت :

فَاِن قلت : لم یبین فِی الرِوَایَات الْمَذکُورَۃ عدد ہٰذِہ الصَّلَاۃ الَّتِی صلاہا رَسُول اللہ صلی اللہ عَلَیۡہِ وَسلم فِی تِلۡکَ اللَّیَالِی؟ قلت : روی ابۡن خُزَیۡمَۃ وَابۡن حبَان من حَدِیث جَابر، رَضِی اللہ تَعَالَی عَنہُ، قَالَ : (صلی بِنَا رَسُول اللہ صلی اللہ عَلَیۡہِ وَسلم فِی رَمَضَان ثَمَان رَکعَات ثمَّ أوتر) (عمدۃ القاری : باب مذھب الائمۃ فی التراویح ج ۷، ص ۱۷۷)

’’اگر تو یہ اعتراض اٹھائے کہ (بخاری کی) ان احادیث میں جن میں رسول اللہ ﷺ کے تراویح پڑھانے کا ذکر ہے، رکعتوں کی تعداد نہیں بتائی گئی تو میں آپ کے جواب میں کہوں گا کہ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی حدیثوں میں اس کا بیان آگیا ہے رسول اللہ ﷺ نے (ان راتوں میں) صحابہ رضی اللہ عنہم کو وتر کے علاوہ آٹھ رکعتیں پڑھائی تھیں۔‘‘

۸۔ ملا علی قاریؒ کی شہادت :

آپ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا یہ فیصلہ بلاکسی ردوانکار کے نقل فرماتے ہیں :

قال ابن تیمیۃ الحنبلی اِعلم انہ لم یوقت رسول اللہ ﷺ فی التراویح عددا معینا بل لایزید فی رمضان ولافی غیر علی اِحدیٰ عشرۃ رکعۃ۔ (فتاوی ابن تیمیہ طبع قدیم ص ۱۴۸ الانتقاد الرجیح ص ۶۳، مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۳ طبع ملتان۔)

''رسول اللہ ﷺ نے تراویح کو کوئی خاص تعداد قولاً مقرر نہیں فرمائی ہے تاہم عملاً گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔''

نیز محقق ابن ہمام کے اس فیصلہ پر بھی ان کو کوئی اعتراض نہیں۔

تحصل من ھذا کلہ اَن التراویح فی الاَصل اِحدی عشرۃ رکعۃ فعلہ ﷺ ثم ترکہ لعذر۔ (مرقاۃ : ج ۳ ص ۱۹۴، مشکوۃ : ص ۱۱۰ حاشیہ ۵۔)

۹۔ علامہ ابو سعود کی شہادت :

آپ شرح کنز الدقائق میں لکھتے ہیں :

لِاَنَ النَّبِیَ ﷺ لَم یُصلِّھا عِشرِین بَل ثَمانِیاً۔ (شرح کنز الدقائق : ص ۲۲۵)

''اس لئے کہ نبی ﷺ نے بیس رکعت تراویح نہیں پڑھی بلکہ آٹھ رکعت پڑھی ہیں۔''

۱۰۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی شہادت :

لکن المحدثین قالوان ھذا الحدیث (اَی حدیث ابن عباس) ضعیف والصحیح ما روتہ عائشۃ انہ صلی اِحدی عشرۃ رکعۃ کما ھو عادتہ فی قیام اللیل وروی انہ کان بعض السلف فی عھد عمر بن عبدالعزیز یصلون باحدی عشرۃ رکعۃ قصداللتشبہ برسول اللہ ﷺ ومترجم ما ثبت بالسنۃ۔ (ص ۲۲۴)

''محدثین (شکر اللہ مساعیھم) کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گیارہ رکعتیں وتر سمیت پڑھیں ہیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا اور یہ بھی منقول ہے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں بعض سلف صالحین کا اس پر عمل تھا سنت نبوی کے اتباع کے شوق میں۔''

۱۱۔ مراقی الفلاح کے محشی طحاوی کی شہادت :

وصلاَتُھا بِالجَماعۃ سُنَّۃ کفایۃ لما ثبت اَنہ ﷺ صلی بالجماعۃ احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر علی سبیل التداعی ولم یجرھا مجری سائر النوافل ثم بین العذر فی الترک۔ (حاشیۃ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۳۹)

''تراویح کی نماز باجماعت سنت کفایہ ہے، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعلان اور جماعت کے ساتھ گیارہ رکعت باوتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھائی تھیں۔''

۱۲۔ علامہ شامی کی شہادت :

اَنَ مُقتَضَی الدَّلیل کونُ المسنون منھا ثمانیۃ والباقی مستحبا۔ (ردالمختار۔ شامی ج ۲ ص ۴۵)

''یعنی دلیل کے لحاظ سے آٹھ رکعت تراویح سنت ہے اور باقی رکعتیں مستحب ہیں۔''

۱۳۔ علامہ عبدالحئی لکھنوی کی شہادت :

رسول اللہ ﷺ نے تراویح دو طرح ادا کی ہے : ایک بیس رکعت بے جماعت مگر اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ دوسری آٹھ رکعتیں اور تین رکعت وتر باجماعت۔ اور یہ طریقہ رسول اللہ ﷺ سے تین راتوں کے علاوہ کسی رات میں منقول نہیں۔ (مجموعہ فتاوی : ج ا ص ۲۹۷ طبع ۱۳۳۱ ۔)

وضاحت : مولانا نے گیارہ رکعت والی روایت پر کوئی جرح نہیں لکھی، لہذا معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک یہ روایت بالکل صحیح ہے۔ عمدۃ الرعایہ میں گیارہ رکعت کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

واَما العدد فروی ابن حبان وغیرہ انہ صلی بھم ثمان رکعات وثلاث رکعات وترا۔ (ص ۱۷۵)

''رہا عدد معین کا سوال تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابن حبان وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان راتوں میں آٹھ رکعت تراویح اور تین وتر پڑھائے تھے۔''

۱۴۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کی شہادت :

فرماتے ہیں الحاصل قولاً کوئی عدد معین نہیں۔ مگر آپ ﷺ کے فعل سے مختلف اعداد معلوم ہوتے ہیں۔ ازاں جملہ ایک دفعہ گیارہ رکعت باجماعت پڑھنا ہے۔ چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شب میں گیارہ رکعت تراویح باجماعت پڑھی۔ پھر اپنے مسلک کو سنبھالا دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

''اور اگر یوں کہا جاوے کہ اول دفعہ آٹھ رکعت تراویح تھیں اور تین وتر اور دوسری دفعہ اٹھارہ رکعت تراویح اور تین وتر اور تیسری دفعہ بیس رکعت تراویح اور تین وتر سنت ہے اور ہر سہ نفل باوقاتِ مختلفہ صحابہ کو رسول اللہ ﷺ سے معلوم تھا۔ لہٰذا یہ سب سنت ہیں اور کوئی معارض ایک دوسرے کے نہیں۔ (الرای النجیح : ص ۱۳۔۱۸)

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ مولانا گنگوہی کو بھی آٹھ رکعت تراویح کا سنت نبوی ہونا تسلیم ہے۔

موصوف اپنے رسالہ ''الحق الصریح'' میں لکھتے ہیں : گیارہ رکعت تراویح مع وتر سرورعالم ﷺ سے ثابت موکدہ ہے۔ (ص ۲۲)

۱۵۔ علامہ انور شاہ کاشمیریؒ کی شہادت :

وَلَامَنَاصَ مِن تَسلِیم اَنَّ تَرَاوِیحَہ عَلَیہِ السلام کانت ثمانیۃ رکعات۔ (العرف الشذی علی الترمذی : ج ا ص ۱۶۶)

''علمائے احناف خواہ کتنا ہی ہیرا پھیری کریں اور ہزار باتیں بنائیں، لیکن سچ تو یہ ہے کہ اس کے تسلیم کئے بغیر ہمارے لئے کہیں پناہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تراویح تو آٹھ ہی رکعت تھی۔''

جعل سازی کی انتہا :

رہا آپ کا یہ ادعا کہ مولان امحمد حسین بٹالوی کے فتویٰ تراویح کے رد میں مولانا غلام رسول قلعہ والے نے اہل حدیث ہوتے ہوئے فارسی زبان میں کتاب لکھی تھی۔ اور مولانا بٹالوی کو مفتی غالی قرار دیا تھا۔ تو یہ آپ کا مولانا موصوف پر نرا بہتان اور افترائے محض ہے۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب مولانا کی طرف منسوب تو ضرور ہے مگر یہ ان کی تصنیف ہرگز

نہیں۔ دراصل یہ کتاب قاضی کوٹ کے قاضی ضیاء الدین حنفی مقلد وغیرہ نے تحریک عمل بالحدیث کو سبوتاژ کرنے کے لئے مولانا غلام رسول کی طرف منسوب کر کے اس وقت شائع کی تھی، جب آپ اس دنیا سے رحلت فرما چکے تھے۔ اس کتاب کی اشاعت کے فوراً بعد ایک غیور اہل حدیث عالم مولوی غضنفر صاحب پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور نے اس کا مسکت جواب بھی دے دیا تھا۔ اور دلائل قویہ معتبرہ کے ساتھ اس جنس شریف کی اس جعل سازی اور افترا پردازی کا بھانڈا بیچ چوراہے کے پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس فاضل پروفیسر نے اپنی کتاب کے آخر میں مولانا موصوف کا ایک مکتوب سامی بنام مولوی محمد علی حمید پوری بھی شائع کر دیا تھا۔ جس میں مولانا موصوف نے محمد علی صاحب کو آٹھ رکعت تراویح کی سنت کے احیا پر مبارک باد پیش فرمائی تھی۔

بالفرض !اگر مولانا صاحب نے ایسا کوئی رسالہ لکھا بھی ہوتا ان کی رائے ہم پر حجت نہیں ہم ان کے مقلد نہیں۔ یہ آپ کی منطق بھی عجیب ہے کہ ایک طرف تو آپ ہم کو غیر مقلد ہونے کا طعنہ دیتے ہیں اور دوسری طرف مولانا غلام رسول کی خلاف سنت تحریر ہمارے سامنے بطور حجت کے پیش کرتے ہیں۔ بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجی ست۔

ناصحا اتنا تو سمجھ دل میں اپنے کہ ہم

لاکھ نادان ہوئے کیا تجھ سے بھی ناداں ہوں گے

لہٰذا اگر اہل حدیث کو قائل کرنا ہے تو اپنے اس موقف کا ثبوت کتاب وسنت سے پیش فرمائیں۔ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ۔ یہی اہل حدیث کا اصل الاصول ہے۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

فتویٰ صادر فرمائیں:

دیکھئے شاہ صاحب۔ مذکورہ بالا تینوں احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ، محکمہ اور غیر منسوخہ کے صحیح معنی ومدلول کے پیش نظر آپ کے سید الاحناف امام محمد، مجتہد ابن ہمام، حجۃ الاحناف عینی، ناصر حنفیت ملا علی قاری، شیخ عبد الحق، شارح فقہ حنفی عبد الحئی، صاحب تفحات رشیدی، رشید احمد گنگوہی اور انور شاہ کاشمیریؒ وغیرہ اکابر علمائے احناف یہ حقیقت واقعی مان چکے کہ رسول اللہ ﷺ سے فعلاً اور تقریراً تراویح کا مسنون عدد فقط آٹھ رکعت ہی ہیں۔ لہٰذا اگر اب بھی آپ کو اپنے اس ادعا پر اصرار ہے کہ آٹھ رکعت تراویح کی بدعت سب سے پہلے ۱۲۸۴ھ میں شہر اکبر آباد کے ایک غیر مقلد مولوی نے جاری کر کے امت میں اختلاف کا شاخسانہ کھڑا کیا تھا۔ اور پھر ۱۲۹۰ھ میں مشہور غیر مقلد مولوی محمد حسین بٹالویؒ نے اس بدعت فروغ بخشا تھا تو پھر جرات کر کے یہ فتویٰ صادر فرمائیں کہ سید الاحناف امام محمدؒ ابن ہمام، ابن نجیم وغیرہ مذکورہ بلال علمائے احناف اصل حنفی نہ تھے بلکہ دراصل بدعتی، غیر مقلد ہونے کے ساتھ فتنہ باز اور شرپرداز بھی تھے۔ (معاذ اللہ)

۳۔ نماز تراویح کے بعد رسول اللہ ﷺ سے نماز تہجد ثابت نہیں:

آپ کا یہ ارشاد کہ جس روایت (عائشہ رضی اللہ عنہا صحیح بخاری وموطا امام محمد) میں آٹھ رکعت منقول ہیں، جنہیں غیر مقلدین اپنی کج فہمی سے تراویح سمجھ بیٹھے ہیں وہ دراصل نماز تہجد ہے۔ گویا انہی پہیے نے کتنی چٹے۔ تو سن لیں

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش

من انداز قدت را مے شناسم

ہمیں اچھی طرح علم ہے کہ آپ نے یہ دام ہمرنگ زمین صرف ناخواندہ اہل حدیثوں کو شکار کرنے کے لئے بچھایا ہے

بروایں دام برمرغ وگرنہ

کہ عنقارا بلند است آشیانہ

تو شاہ صاحب کی اطلاع کے لئے گزرش ہے کہ حسب سابق آپ کا یہ اوعا اور تاویل بھی غلط ہے۔ کیونکہ تراویح اور تہجد فی رمضان دونوں مترادف الفاظ ہیں۔ نماز ایک ہے اور نام دوہیں۔ لہٰذا اس نماز کو تہجد کی نماز قرار دینا درست نہیں۔ بلکہ اس سے مراد تراویح ہی ہے۔ رہا یہ کہ اس کی دلیل کیا ہے۔ تو بگوش ہوش سنیے۔ ہم آپ کو آپ کے اکابر کی کتب سے اس کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ

خوش تر آں باشد کہ سر دلبراں

گفتہ آید در حدیث دیگراں

دلیل اول امام محمدؒ کا فیصلہ کن طرز عمل :

سید الاحناف امام محمدؒ نے اپنی مجتہدانہ بصیرت اور فقیہانہ حذاقت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو قیام شہر رمضان (موطا امام محمد ص ۱۴۲) میں درج فرما کر آپ ایسے مخلص مقلدین کی اس تاویل کا رد کرتے ہوئے اہل حدیث کی حدیث فہمی پر مہر ثابت کر دی ہے کہ آپ کی اس نماز سے تراویح ہی مراد ہے، تہجد ہر گز نہیں۔ ورنہ وہ اس حدیث کو صلوۃ اللیل (ص ۱۱۹) میں درج فرماتے ہیں۔ قیام شہر رمضان میں اس کو ہر گز نہ لاتے۔

مزید برآں یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی راتوں میں تین روز صحابہ کرام کو نماز تراویح پڑھا کر کا اس سلسلہ کو جو بند فرما دیا تھا تو اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا :

اَلاانِّی خَشِیتُ اَن تُفرَضَ علیکم وذلک فی رمضان۔ (موطا محمد ص ۱۴۲، وبذل المجهود ص ۳۰۳، ۳۰۲ ج ۲)

اور دوسری حدیث میں ہے :

وَلٰکِنِّی خَشِیتُ اَن تفرَضَ عَلَیکم صلوۃ اللیل فَتَعجِزُوا عنھا۔

اور تیسری روایت ہے :

خَشِیتُ اَن یُفرَضَ عَلَیکُم قِیامُ ھٰذا الشھر۔ (فتح العلھم : ج ا ص ۳۲۲)

ان راتوں کی نماز کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ یہ تراویح تھی اور اسی نماز کو رسول اللہ ﷺ نے صلوۃ اللیل اور قیام ھذا الشھر فرمایا۔ اور پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ صلوۃ اللیل ہی کا نام تہجد ہے پس ثابت ہو گیا کہ تراویح ہی رمضان میں صلوۃ اللیل بھی ہے، قیام اللیل بھی ہے اور تہجد بھی ہے۔

دوسری دلیل، علامہ عبد الحئی کا اعلان حق :

اس نماز کو نماز تہجد قرار دینا محل نظر ہے۔ فرماتے ہیں :

بریں تقدیر نماز مذکور کہ قبل نوم بودہ از تہجد شمردن محل تامل خواہد بود۔

پھر فیصلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

بہر تقدیر ورشبہا مذکورہ کہ آنحضرت ﷺ دراں تراویح بجماعت ادا کردند ادا کردن نماز تہجد سوا آن از حضرت مروی نشدہ۔ (مجموعہ فتاوی ج ۱ ص ۲۹۸ طبع ۱۳۲۱ ۔)

نوٹ : مولانا عبدالحیٰ کے اس مجموعہ فتاویٰ کے مترجم نے جو کہ غالی حنفی ہیں اس فتوے کو محض اس لئے حذف کر دیا ہے کہ یہ فتویٰ ان کے پنچائتی مذہب کے خلاف تھا۔ یا للعجب یا للعقول الطائشۃ

یہ ٹھہرے ہیں اب دین کے پیشوا

لقب ان کا ہے وارث انبیاء

۲۔ آپ کے قطب ارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ارقام فرماتے ہیں :

براہل علم پوشیدہ نیست کہ قیام رمضان وقیام لیل فی الواقع یک نماز است کے درر مضان برائے تیسیر مسلمین دراول شب مقرر شدو ہنوز عزیمت درادائش آخر شب است ۔

کہ اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ قیام رمضان (تراویح) اور قیام اللیل (تہجد) فی الواقع دونوں ایک ہی نماز ہیں جو رمضان میں مسلمانوں کی سہولت کے پیش نظر رات کے اول حصہ میں مقرر کر دی گئی ہے۔ مگر اب بھی عزیمت تو یہی ہے کہ رات کے آخری حصہ میں ادا کی جائے۔ مزید لکھتے ہیں :

نزد ہمو قائل فرضیت تہجد برآں حضرت ﷺ تراویح نفس تہجد است علی التحقیق۔ و برائے کسے کہ تہجد برآنحضرت ﷺ منسوخ کوید، چنانچہ قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہمست۔ رواہ فی مسلم فی سنہ پس مواظبت تہجد دلیل سنت موکدہ خواہد بود و دلائل قولیہ ناظر استاب مگر تہجد رمضان کہ تراویح است بدلیل قولی سنت موکدہ خواہد ماند۔ واللہ اعلم (لطائف فاسعیہ ص ۱۳۔ ۱۸ مکتوب سوم۔)

کہ جو لوگ تہجد کو آنحضرت ﷺ کے حق میں فرضیت کے قائل ہیں ان کے نزدیک محقق بات یہ ہے کہ تراویح عین تہجد ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ تہجد کی فرضیت رسول اللہ ﷺ کے حق میں بھی منسوخ ہوگئی، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث کی قائلہ ہیں۔ ان کے مسلک کے مطابق تہجد پر آنحضرت ﷺ کی مواظبت اس کے سنت موکدہ ہونے کی دلیل ہوگی اور قولی حدیث استاب پر دلالت کرے گی مگر رمضان کی تہجد جو عین نماز تراویح ہے۔ دلیل قولی کی بنا پر سنت موکدہ ہی رہے گی۔

۳۔ حضرت انور شاہ کا اعتراف حق :

ولا مناص من تسلیم أن تراویحہ کانت ثمانیۃ رکعات ولم یثبت فی روایۃ من الروایات أنہ صلی التراویح والتہجد علی حدۃ فی رمضان بل طول التراویح، وبین التراویح والتہجد فی عہدہ لم یکن فرق فی الرکعات بل فی الوقت والصفۃ۔ (العرف الشذی علی الترمذی : ج ۱ ص ۱۶۶)

یعنی (علمائے احناف خواہ کتنا ہی ہیرا پھیری کریں اور ہزار باتیں بنائیں لیکن سچ تو یہ ہے کہ) اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر ہمارے لئے کہیں پناہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تراویح تو آٹھ رکعت ہی ادا فرمائی تھیں۔ کیونکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تراویح اور تہجد رمضان میں علیحدہ علیحدہ ادا فرمائی ہوں بلکہ رکعات تراویح بوجہ قراءت آپ طویل کرتے تھے اور تعداد رکعات تراویح و تہجد میں کوئی فرق نہ تھا۔ یہاں تک کہ وقت اور طریقہ میں بھی۔

امام محمد، علامہ عبدالحیٰ، مولانا رشید احمد گنگوہی اور انور کاشمیری ایسے احناف کے اعاظم رجال اور فاضل علمائے دیوبند کی ان تصریحات واعترافات سے تین باتیں ہوئیں۔ اولاً: یہ کہ

مسنون تراویح صرف آٹھ رکعت ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے تراویح صرف آٹھ ہی رکعت ثابت ہیں۔ ثانیاً: یہ کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں تراویح اور تہجد علیحدہ نہیں پڑھتے تھے۔ یہی قیام، یعنی نماز تراویح آپ کا رمضان میں تہجد تھا۔ ثالثاً: یہ کہ تراویح اور تہجد کی تعداد رکعات اور وقت اور طریقہ میں کوئی فرق نہ تھا۔

تیسری دلیل:

ان سب سے بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز تراویح آخر شب میں بھی پڑھائی تھی:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَضَانَ، فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى بَقِيَ سَبْعٌ، فَقَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا، فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ، قَالَ: فَقَالَ: «إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ»، قَالَ: فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ، فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ أَهْلَهُ وَنِسَاءَهُ وَالنَّاسَ، فَقَامَ بِنَا حَتَّى خَشِينَا أَنْ يَفُوتَنَا الْفَلَاحُ، قَالَ: قُلْتُ: وَمَا الْفَلَاحُ؟ قَالَ: السُّحُورُ، ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِقِيَّةَ الشَّهْرِ۔ (ابوداؤد مع عون المعبود: باب قیام شهر رمضان ج ا ص ۵۲۱۔ سنن النسائی: ج ا ص ۱۹۲۔ وقال عیسی الترمذی هذا حدیث حسن صحیح واخرجه ابوداود والنسائی وابن ماجه وسکت عنه ابوداود ونقل المنذری تصحیح الترمذی واقره وقل ابن حجر المکی هذا الحدیث صححه الترمذی والحاکم۔ (تحفة الاحوذی: ج ا ص ۷۳)

''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہعنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے۔ حضرت ﷺ نے اس رمضانت میں ہمیں کبھی نماز تراویح نہ پڑھائی یہاں تک کہ رمضان کے آخری سات دن باقی رہ گئے۔ یعنی تیئسویں رات کو تہائی شب تک ہمیں نماز پڑھائی، پھر چوبیسویں کو ناغہ فرمایا، پھر جب پچیسویں رات آئی تو ہمیں آدھی رات تک نماز تراویح پڑھائی تو میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول کاش! آج ہمیں تمام رات تراویح پڑھاتے تو آپ ﷺ نے جواب فرمایا کہ نمازی جب امام کے ساتھ رات کی نماز پڑھ کر لوٹے تو اس کے لئے ساری رات کے قیام کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چھبیسویں رات کو آپ نے پھر ناغہ فرمایا۔ جب ستائیسویں رات آئی تو آنحضرت ﷺ نے اپنے اہل وعیال، ازواج مطہرات اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور آپ ﷺ نے ان کو اس قدر لمبی نماز تراویح پڑھائی کہ ہم ڈرگئے کہ کہیں ہماری فلاح فوت نہ ہوجائے۔ جناب خبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا فلاح کسے کہتے ہیں؟ تو حضرت ابوذر نے فرمایا فلاح سے مراد سحری کا کھانا ہے۔''

وضاحت: مولانا خلیل احمد سہارنپوری جیسے تندوتیز حنفی نے اس حدیث کی سند پر کوئی کلام نہیں فرمائی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک بھی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (بذل المجهود ج ۲ ص ۳۰۳ ط کوئٹہ۔)

مقام غور ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساری رات تراویح پڑھتے رہے حتی کہ سحری کھانے کے لئے بھی بہت ہی کم وقت بچا تھا تو ایسی صورت میں یقیناً نماز تہجد آپ ﷺ نے پڑھی تھی اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ نماز تراویح ہی نماز تہجد ہے۔ چنانچہ حضرت انورشاہ صاحب اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فعل عمر رضی اللہ عنه فانه کان یصلی التراویح فی بیته فی آخر اللیل مع انه کان امرهم ان یؤدوها بالجماعة فی المسجد ومع ذلک لم یکن یدخل فیها وذلک لانه کان یعلم ان عمل النبی ﷺ کان باداتها اخر اللیل ثم نبئهم علیه قال ان الصلوة التی تقومون بها فی اول اللیل مفضولة منها لو کنتم تقیمونها فی اخر اللیل فجعل الصلوة واحدة وفضل قیامها فی اخر اللیل وعامتهم لما لم یدرکو مراده جعلوه علیلا علی تغایر الصلوتین وزعموا انهما کانت صلوتین۔ (فیض الباری: ج ۲ ص ۴۲۰)

''اس مسلم کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے بھی ہوتی ہے کہ وہ تراویح رات کے آخری حصہ میں اپنے گھر ادا کرتے تھے۔ حالانکہ انہوں نے لوگوں کو خود یہ حکم دیا تھا کہ وہ اس نماز کو باجماعت مسجد میں پڑھا کریں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود اس جماعت میں شرکت نہیں فرماتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہی تھا کہ آپ یہ نماز رات کے آخری حصہ میں ادا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو آگاہ بھی کر دیا کہ جو نماز تم لوگ اول شب پڑھتے ہو اس کو آخر شب میں پڑھا کرو یہ زیادہ افضل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح اور تہجد فی رمضان دونوں کو ایک ہی نماز قرار دیا ہے لیکن عام طور پر علماء ان کی مراد کو نہیں سمجھ

پائے۔ اس لئے انہوں نے الٹا اس کو ان دونوں نمازوں میں مغایرت کی دلیل بنا دیا اور گمان کر بیٹھے کہ تہجد اور تراویح دو نمازیں ہیں۔

چوتھی دلیل:

یہ ہے کہ حضرت انور شاہ کے بقول امام محمد بن نصر مروزی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب قیام اللیل میں تصریح فرمائی ہے کہ بعض علمائے سلف اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص تراویح پڑھے اس کو پھر تہجد نہیں پڑھنا چاہیے۔ اور بعض علماء نے مطلق نفل کو جائز قرار دیا ہے۔ حضرت موصوف کا بیان یہ ہے:

ثم اَن محمد بن نصر وضع عدۃ تراجم فی قیام اللیل وکتب ان بعض السلف ذھبوا الی منع التھجد لمن صلی التراویح و بعضھم قالوا باحۃ النفل المطلق فدل اختلافھم ھذا علی اتحاد الصلوتین عندھم۔ (فیض الباری: ج ۲ ص ۴۲۰)

لہٰذا علمائے سلف کا یہ اختلاف اس امر کی صاف دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہ دونوں نمازیں ایک ہی ہیں۔

ہمیں تسلیم ہے کہ علمائے دیوبند اور بریلی عوام الناس کو اتباع سنت سے محروم رکھنے کے لئے نماز تراویح اور نماز تہجد میں کچھ کچھ وجوہ مغایرت بیان کیا کرتے ہیں۔ تفصیل سے قطع نظر ہم ان سے سب کا ایک اجمالی جواب حضرت انور شاہ صاحب کے لفظوں میں پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

قال عامۃ العلماء إن التراویح وصلوۃ اللیل نوعان مختلفان والمختار عندی انھما واحد وان اختلفت صفتا ھما کعدم المواظبۃ علی التراویح وجعل اکتلاف الصفات دلیلا علی اختلاف نوعیھما لیس جید عندی بل کانت تلک صلوۃ واحد إذا تقدمت سمیت باسم التراویح وإذا تأخرت سمیت باسم التھجد ولا بدع فی تسمیتھا باسمین عند تغایر الوصفین فإنہ لا حجر فی التغایر الاسمی اذا اجتمعت علیہ الامۃ وانما یثبت تغایر النوعین اذا عن النبی ﷺ انہ صلی التھجد مع اقامۃ التراویح۔ (فیض الباری: ج ۲ ص ۴۲۰)

''عام علمائے احناف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ تراویح اور تہجد دونوں نمازیں مختلف النوع ہیں، مگر میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ دونوں نمازیں متحد النوع ہیں اگرچہ دونوں کے اوصاف میں کچھ اختلاف ہے جیسے۔۔۔۔ مگر صفات کے اختلاف کو نوعی اختلاف کی دلیل ٹھہرا لینا میرے نزدیک درست نہیں ہے۔ درحقیقت یہ دونوں نمازیں ایک ہی ہیں۔ رات کے اول حصہ میں پڑھی گئی تو اس کو تراویح کہیں گے اور رات کے آخری حصہ میں پڑھی گئی تو اس کو تہجد کہیں گے۔ اور جب ان دونوں کے اوصاف میں قدرے اختلاف بھی ہے تو اس لحاظ سے اگر اس کے دو نام بھی ہوں تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟ البتہ ان دونوں نمازوں کا متغایر النوع ہونا تب ثابت ہوگا جب یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت نبی ﷺ نے تراویح کے ساتھ ساتھ نماز تہجد بھی ادا فرمائی تھی۔''

اب چاروں دلائل کو ذہن میں رکھ کر ذرا تکلیف کر کے ایک مرتبہ پسر ائمہ احناف کی ان بارہ شہادتوں کو انصاف اور دیانت کے ساتھ پڑھ لیں جو گزشتہ صفحات میں آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کی جا چکی ہیں۔ اور اندازہ لگائیں کہ احناف کے کیسے کیسے اکابر اور اساطین دیوبند کتنے صاف الفاظ میں اس حقیقت نفس الامری کو شرح صدر کے ساتھ تسلیم کر رہے ہیں کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں تراویح کا ہی بیان ہے مگر حیرت ہے آپ جیسے مدعی علم وفضل کی اس ناواقفیت یا تجاہلی پر

اِن کُنتَ لَاتَدرِی فَتِلکَ مُصیبَۃ

اِن کُنتَ تَدرِی فَالمُصِیبَۃُ اَعظَم

شاہ صاحب سوچیے:

کہ کسی حدیث کے معنی ومدلول کے سمجھنے کا سلیقہ احناف میں سید الاحناف امام محمدؒ محقق ابن ہمامؒ ابو حنیفہ ثانی ابن نجیم مصری، حجۃ الاحناف عینی، احمد طحطاوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ عبدالحیؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت انور شاہ کاشمیری کو زیادہ حاصل ہے یا آپ کو

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر

بن دہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

اس پھبتی کا ہدف کون؟

مولانا محمد حسین بٹالوی وغیرہ علمائے اہل حدیث، حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے گیارہ رکعت تراویح کا استدلال کرتے ہیں اور آپ کو اصرار ہے کہ اس حدیث میں نماز تہجد کا بیان ہے تراویح کا نہیں۔ اس لئے آپ ان کی حدیث فہمی کا مذاق اڑاتے ہوئے ان پر انہی پیپے تے کتی چٹے کی پھبتی کس رہے ہیں۔ حالانکہ آپ سے کئی صدیاں پہلے آپ کے سید الاحناف امام محمدؒ، محقق ابن ہمامؒ، ابن نجیم مصریؒ، ملا علی قاریؒ اور شیخ عبدالحق وغیرہ اور آپ کے اکابر علمائے دیوبند مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت انور شاہ کاشمیری وغیرہ بھی اس حدیث کا وہی مطلب بیان کرتے چلے آرہے ہیں۔ مولانا محمد حسین بٹالوی نے بیان فرمایا ہے مگر تعجب ہے کہ آپ کو اپنے اکابر کی تحریروں کا بھی علم نہیں

اگر یہی بے خبری حضرت والا کی ہوگی

تار و پود پدری تہ وبالہ ہوگی

لہٰذا اکڑوادل کر کے سید الاحناف امام محمد سے لے کر مولانا رشید احمد گنگوہی تک کی مذکورہ بالا تصریحات کو ایک مرتبہ پھر پڑھ کر دیکھئے کہ انھی کتنے شوق دے نال پہندی پئی اے تے کتی کتنے مزے لے لے کر کھاندی پئی اے

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے

نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

نام نہاد تعامل کی اصلیت:

رہی آپ کی یہ دھونس کہ ۱۲۸۴ء تک پوری امت بیس رکعت ہی پڑھتی آئی ہے تو آپ کی یہ دھونس نہ ہمیں مرعوب کر سکتی ہے اور نہ ہم پر حجت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کچھ بھی ہیں بہر حال اہل حدیث ہیں۔ اس لیے ہمارا نعرہ ہے

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم

الا حدیث یار کہ تکرار مے کینم

ہم کہا کرتے ہیں

ہوتے ہوئے مصطفیٰ ﷺ کی گفتار

مت دیکھ کسی کا قول و کردار

ہمارا شیوہ معرفت الحق بالرجال نہیں بلکہ معرفت الرجال بالحق ہے۔ ہمارے اس اصول کی ترجمانی شاہ ولی اللہ یوں فرماتے ہیں:

كان عندھم انہ اذا وجد فی المسئلۃ قرآن ناطق فلایحوز التحول منہ الی غیرہ واذا کان القرآن محتملا فالسنۃ قاضیۃ علیہ فاذا لم یجدہ فی کتاب اللہ اخذو سنۃ رسول اللہ ﷺ سواء کان مستفیضا دائرا بین الفقھاء اویکون مختصا باَھل بلد او اھل بیت او بطریقۃ خاصۃ وسواء عمل بہ الصحابۃ والفقھاء اولم یعملو بہ ومتی کان فی المسئلۃ حدیث فلا یتبع فیھا خلاف اثر من الاثار ولا اجتھاد اَحد من المجتھدین۔ (حجۃ اللہ مصری : ج ۱ ص ۱۴۹)

''اہل حدیث کا اصول یہ تھا جب کسی مسئلہ کے متعلق قرآن حکیم کا حکم ناطق موجود ہو تو اس سے ہرگز انحراف نہیں کریں گے اور کسی دوسری سند کو اس کے مقام میں قابل استناد نہیں سمجھیں گے، لیکن اگر قرآن کی کسی آیت میں متعدد معانی کا احتمال ہو تو اس کا فیصلہ حدیث صحیح سے ہوگا جب کسی مسئلہ کے متعلق قرآن ساکت ہو تو حدیث صحیح پر عمل کیا جائے گا۔ قطع نظر اس سے کہ وہ حدیث مستفیض ہو اور فقہاء مجتہدین کے حلقہ میں متداول ہو یا فقط کسی خاص شہر یا معین خاندان کے لوگوں نے اس کو نقل کیا ہو۔ چاہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہما اور فقہاء نے اس حدیث پر عمل کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ حدیث صحیح مرفوع کے مقابلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے آثار اور مجتہدین امت کے اجتہاد کو کچھ بھی وقعت حاصل نہیں۔''

لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی کسی سنت ثابتہ کی بابت ہمارے نزدیک یہ سوال اٹھانا ہی سرے سے اصولاً غلط ہے کہ اتنی مدت سے اس حدیث پر امت نے عمل نہیں کیا۔ یہ تو حدیث صحیح کے انکار کے مترادف ہے۔ یہ حدیث صحیح کے رد کا ایک مقلدانہ حیلہ ہے اور مقلدین کے ہاں یہ حیلہ گری کوئی گناہ نہیں۔ امام فخر الدین رازی متوفی ۲۰۲ھ مقلدین کے جمود وتعصب پر افسوس کرتے ہوئے آیت اِتَّخَذُوٓا۟ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَـٰنَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ (التوبۃ:۱۱۷) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مقلدین علماء نے اللہ تعالیٰ کے دین وشرع کو تبدیل کرکے رکھ دیا ہے، پھر فرماتے ہیں:

انی قد شاھدت جماعۃ من مقلدۃ الفقھاء قراءت علیھم ایات کثیرۃ من کتاب اللہ تعالیٰ فی بعض المسائل وکانت مذاھبھم بخلاف تلک الایات فلم یقبلو تلک الایات ولم یلتفتو الیھا وبقو ینظرون کالمتعجب۔ یعنی کیف یمکن العمل بظاھر ھذہ الایات مع ان الروایۃ عن سلفنا وردت علی خلافھا ولو تاَملت حق التاَمل وجدت ھذا الدراء ساریا فی عروق الاکثرین من اھل الدنیا۔ (مفاتیح الغیب: ج ۱۶ ص ۳۷)

''میں نے ایک مجلس میں مقلدین کے ایک ٹولے پر بعض مسائل دینیہ کے بارے میں قرآن مجید کی بہت سی آیات پیش کیں تو انہوں نے ان آیات مقدسہ کو قبول کیا اور نہ ان کی طرف التفات کیا اور تعجب کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم ان آیات کے ظاہر پر کس طرح عمل کرسکتے ہیں کہ یہ ہمارے اماموں کی روایت کے خلاف ہیں، لہٰذا ہم معذور ہیں۔'' یہ مرض بہت سے دنیادار لوگوں میں چلی آرہی ہے۔

شیخ الاسلام ابن قیمؒ:

عمل اہل مدینہ کو حجت قرار دینے والوں کی تردید کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

وَالسُّنۃ ھی العیار علی العمل ولیس العَمَلُ عَیاراً عَلَی السُّنۃ۔ (اعلام الموقعین: ج ۲ ص ۲۹۵)

''یعنی لوگوں کے عمل کو جانچنے کی کسوٹی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، یہ نہیں کہ لوگوں کے عمل کو سنت رسول ﷺ کی تصحیح کی کسوٹی قرار دیا جائے۔''

علامہ ابن قدامہ:

ایک موقع پر لکھتے ہیں:

وَلو ثبت فسنۃ النبی ﷺ مقدمۃ علی فعل اھل المدینۃ۔ (المغنی مع شرح الکبیر: ج ۲ ص ۲۷۷)

''نبی کریم ﷺ کی سنت ثابتہ اہل مدینہ کے عمل پر مقدم ہوگی۔''

شیخ الاسلام ابن قیمؒ نے سوفیصد سچ فرمایا:

وَکَذٰلِک أَھلُ الرأیِ المُحدِث ینقمون علی اھل الحدیث وَحذب الرسول اخذھم بحدیثہ وترکھم ماخَالَفہ۔

''جس طرح دوسرے اہل باطل اہل حق سے عناد اور بغض رکھتے ہیں اس طرح اہل الرائے (احناف) کو اہل حدیث کا یہ اصول برا لگتا ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلہ میں کسی دوسرے کی بات کو تسلیم نہیں کرتے۔''

بہرحال حدیث صحیح کی حجیت ائمہ اور تعامل امت کی محتاج نہیں۔ وہ فی نفسہ حجت ہے کہ وہ معصوم کی فرمودہ ہے، لہٰذا اس کے سامنے ائمہ کی اکثریت اور تعامل امت کی کوئی حیثیت نہیں۔

ملا معین (تلمیذ شاہ ولی اللہ) ''دراسات اللبیب'' میں فرماتے ہیں:

علمت انہ کمایجب ترک قول امام واحد مکالف بالحدیث کذلک یجب ترک قول ماۃ امام مثلا اذا کان مخالفا بالحدیث الصحیح فلو وجدنا حدیثا صحیحا خالفۃ الائمۃ الاربعۃ رحمھم اللہ یجب علینا ترک اَقوالھم فورا۔

''ہمارے مظبوط دلائل کی روشنی میں تجھے علم ہوچکا ہے کہ صحیح حدیث کے سامنے جیسے ایک امام کے قول کو ترک کردینا واجب ہے۔ اسی طرح سو اماموں کا قول بھی ترک کردینا واجب ہوگا۔ لہٰذا اگر ہم ائمہ اربعہ کے قول کو بھی کسی صحیح حدیث کے خلاف پاتے ہیں تو ہم پر واجب ہے کہ ہم فوراً ان اقوال کو ترک کردیں اور حدیث پر عمل کریں۔''

بنابریں احادیث صحیحہ کے سامنے اکثر اہل علم، تعامل امت مکہ یا مدینہ والوں کے عمل کی دھونس بے فائدہ ہے

اگر نہیں ہے جستجوئے حق کا تجھ میں ذوق شوق

امتی کہلا کے پیغمبر کو تو رسوا نہ کر

ہے فقط توحید وسنت امن وراحت کا طریق

فتنہ جنگ وجدل تقلید سے پیدا نہ کر

بیس رکعت تراویح پر اجماع کی اصلیت:

آپ نے اپنی تقریر دل پذیر میں جو یہ فرمایا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعینؒ، ائمہ اربعہ اور پوری امت کا بیس پر اجماع ہوچکا ہے اور ایسے اجماع کے مخالف پر ''رب دی پھٹکار پندی اے، رحمت نئیں ہندی'' یعنی آٹھ رکعت تراویح کے قائلین آپ کے نزدیک لعنتی ہیں۔ سبحان اللہ! قربان جاؤں آپ کی شیریں بیانی کے

کچھ مجھ سے سیکھ لو روش گفتگوائے شوخ

پھر دلستاں بنو گے ابھی بے زباں سے ہو

بہر حال آپ کا یہ ادعا بھی فریب دہی یا فریب خوردگی کا مظہر ہے۔ لہٰذا جس کا اجمالی جواب تو تعامل امت کی بحث میں آچکا ہے۔ اب تفصیلی اور تحقیقی جواب ملاحظہ فرمائیے۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ائمہ اربعہ اور امت کے اجماع کا دعویٰ فرمایا ہے مگر ازروئے تحقیق یہ اجماع ثابت نہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم سے گیارہ رکعت کا ثبوت :

مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ؛ أَنَّهُ قَالَ: [ص: 159] أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيماً الدَّارِيَّ (1) أَنْ يَقُومَا لِلنَّاسِ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً (2).

قَالَ: وَقَدْ كَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ بِالْمِئِينَ، حَتَّى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعِصِيِّ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ وَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ إِلَّا فِي فُرُوعِ الْفَجْرِ (مؤطا امام مالک: باب قیام شہر رمضان ص ۹۸)

''حضرت سائب بن یزید صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم داری کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں اور امام تراویح میں سو سو آیات والی سورتیں پڑھتا تھا، حتیٰ کہ طویل قیام کی وجہ سے ہمیں لاٹھیوں کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ اور ہم نماز تراویح سے فجر کے قریب فارغ ہوتے تھے۔''

فائدہ۔۔۔۔: امام مالک اس اثر کو نقل کرنے میں متفرد نہیں، بلکہ امام ابن ابی شیبہ، امام سعید بن منصور، امام یحییٰ سعید بن قطان اور امام طحاوی نے بھی اس فرمان عمر رضی اللہ عنہ کو روایت کیا ہے۔

۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں:

عن السائب بن یزید اخبرہ انَّ عُمَرَ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أُبَيٍّ وَتَمِيمٍ فكَانَا يُصَلِّيَانِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يَقْرَآنِ بِالْمِئِينَ » يَعْنِي فِي رَمَضَانَ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۳۹۲)

۲۔ سنن سعید بن منصور میں الفاظ یہ ہیں:

حدثنا عبداللہ بن محمد حدثنی محمد بن یوسف سمعتُ السائب بن یزید یقول کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب باحدی عشرۃ رکعۃ۔ (تحفۃ الاحوذی: ج ۲ ص ۷۳، وزرقانی: ج ۱ ص ۲۳۹)

''محمد بن یوسف کا بیان ہے کہ میں نے سائب بن یزید سے سنا وہ کہتے تھے کہ ہم عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں گیارہ رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

حافظ عبدالرحمان مبارک پوری ارقام فرماتے ہیں

رواہ ایضا سعید بن منصور وابو بکر بن ابی شیبۃ قال النیسوی الحنفی فی اثار السنن اسنادہ صحیح۔ (تحفۃ الاحوذی: ج ۲ ص ۷۳)

۳۔ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ امام مالکؒ کی پوری عبارت بعینہ روایت فرمائی:

ھذا نصہ حدثنا ابو بکرۃ حدثنا روح بن عبادۃ قال ثنا مالک عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید قال أمر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیم الداری ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ۔ (شرح معانی الاثار: ج ۱ ص ۲۰۲)

ترجمہ گزر چکا ہے۔

۴۔ تابعہ (مالکا) عبدالعزیز بن محمد عند سعید بن منصور و یحیی بن سعید القطان عند ابی بکر بن ابی شیبۃ کلاھما عن محمد بن یوسف الخ۔ (تحفۃ الأحوذی: ج ۲ ص ۷۴)

امام طحاوی حنفی کی روایت سمیت یہ چار صحیح الاسناد آثار عبدالرزاق کے بیس رکعات والے اثر کو مرجوح ٹھہرا رہے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم مرد اور عورتیں گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔ جس سے نہ صرف آپ کا بیس رکعت پر اجماع کا دعویٰ باطل ہوا بلکہ گیارہ رکعت پر اجماع صحابہ بھی ثابت ہوا۔ والحمدللہ علی ذلک

جو بات حق ہے وہ ہم سے چھپی نہیں رہتی

خدا نے ہم کو دیا ہے دل خبیر و بصیر

تابعین سے گیارہ رکعت کا ثبوت:

مُحَمَّدُ بنُ إِسحَاقَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بنُ يُوسُفَ عَن جَدِّهِ السَّائِبِ بنِ يَزِيدَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي زَمَنَ عُمَرَ فِي رَمَضَانَ ثَلَاثَ عَشرَةَ قَالَ ابنُ إِسحَاقَ وَهَذَا أَثبَتُ مَا سَمِعتُ فِي ذَلِكَ وَهُوَ مُوَافِقٌ لِحَدِيثِ عَائِشَةَ فِي صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيلِ۔ (فتح الباری: ج۴ ص۲۰۴)

''سائب بن یزید رضی اللہ عنہ صحابی کہتے ہیں کہ ہم صحابہ و تابعین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تیرہ رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ امام محمد بن اسحاق تابعی فرماتے ہیں کہ تراویح کے بارے میں تیرہ رکعت کا عدد زیادہ ثبوت کو پہنچا ہے۔ اور وہ موافق ہے رسول اللہ ﷺ کی نماز شب کے۔''

شیخ عبدالحق حنفی:

لکھتے ہیں:

وروی انہ کان بعض السلف فی عہد عمر بن عبدالعزیز یصلون باحدی عشرۃ رکعۃ قصد للتشبیہ برسول اللہ ﷺ ماثبت بالسنۃ۔ (ص۲۲۴)

''بعض روایت میں ہے کہ کچھ سلف صالحین (تابعین) حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں گیارہ رکعت تراویح ادا کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعداد رکعات میں مشابہت اور سنت ثابتہ کی پیروی کی غرض سے۔''

اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوئیں: ایک تو دعویٰ اجماع بیس کا باطل ہوگیا۔ کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ تابعین کا ہے جس میں کبار تابعینؒ بلکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم میں موجود تھے۔ دوسرے یہ ثابت ہوا کہ سلف صالحین گیارہ رکعت رسول اللہ ﷺ کی مشابہت کی نیت سے پڑھتے تھے جیسا کہ آج کل اہل حدیث اسی نیت سے گیارہ رکعت تراویح پڑھتے ہیں، فنعم الوفاق

مقام خویش اگر خواہی دریں دیر

بحق دلبند و راہ مصطفیٰ رو

محمد عربی کو آبروئے ہر دو سرا است

کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

شیخ موصوف نے اشعۃ اللمعات میں دو جگہ یہ تصریح فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تشبیہ کی نیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

(اشعۃ اللمعات : ج ا ص ۵۸۶) پس اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بعض لوگو تخفیف قراءت کی غرض سے بیس پڑھنے لگے ہوں تو کچھ اس کے منافی نہیں ۔ ہم کو اس سے کچھ انکار نہیں، لیکن یہ عدد بہر حال مسنون نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ پہلے اکابر احناف کی شہادتوں میں اسی امر کی مکمل تنقیح ہو چکی ہے وہ مان چکے ہیں کہ مسنون عدد صرف گیارہ مع الوتر ہی ہے ۔

صحابہ، تابعین سے بیس سے زیادہ کا ثبوت :

اِن معاذا ابا حلیمۃ القاری کان یصلی بالناس احدی واربعین رکعۃ۔ (قیام اللیل : ص ۱۵۸)

''ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت معاذ ابو حلیمہ رضی اللہ عنہ قاری لوگوں کو رمضان میں اکتالیس رکعتیں پڑھایا کرتے تھے۔ ''

مگر یہ اثر منقطع ہے ۔ لہٰذا حجت نہیں لیکن چونکہ احناف کے نزدیک منقطع روایت حجت ہوتی ہے، اس لئے آپ کے دعویٰ کے رد میں اسے پیش کیا گیا اور بس۔ صحابہ کی تراویح کے متعلق ہمارا وہی مؤقف ہے جو اوپر تحریر ہو چکا ۔

۲۔ اَن عمر بن الخطاب امر ابیا فأمھم فی رمضان وکان یقرء بھم خمس آیات وست آیات فی کل رکعۃ ویصلی بھم ثمانیۃ عشر شفعا یسلم فی کل رکعتین۔ (قیام اللیل ص ۱۵۵)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی کو تراویح کا امام مقرر فرمایا۔ وہ لوگوں کو ہر رکعت میں پانچ چھ آیات سناتے تھے اور چھتیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔ ''

اس اثر کے راوی حسن بصری ہیں جو کہ درمیانہ درجہ کے تابعی ہیں ۔

۳۔ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی لکھتے ہیں :

کوفہ میں اسود بن یزید المتوفی ۷۵ھ چالیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ یہ واضح رہے کہ اسود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ، حضرت حذیفہ ، حضرت بلال اور دوسرے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے صحبت یافتہ تھے ۔ (رکعات تراویح بحوالہ انوار مصابیح : ص ۲۵۱)

۴۔ نافع حضرت ابن عمر کے مولیٰ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے ۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے تو لوگوں کو چھتیس تراویح اور وتر پڑھتے ہوئے دیکھا اور پایا ہے ۔ (رکعات تراویح بحوالہ انوار مصابیح : ص ۳۵۳)

۵۔ وہب بن کیسان بھی تابعی ہیں، ان کا بیان ہے کہ مازال الناس یقومون بست وثلاثین رکعۃ ویوترون بثلاث إلیٰ الیوم فی رمضان (قیام اللیل ص ۱۵۵) یعنی رمضان میں لوگ برابر تراویح کی چھتیس اور وتر کی تین رکعتیں پڑھتے چلے آرہے ہیں۔ آج تک اس پر عمل جاری ہے ۔

۶۔ تابعین سے سولہ رکعت کا ثبوت :

کان ابو مجلز یصلی بھم اربع ترویحات ویقرء بھم سبع القرآن فی کل لیلۃ۔ (قیام اللیل : ص ۱۵۸)

''ابو مجلز (تابعی متوفی ۱۰۹ ھ) لوگوں کو چار تراویح (سولہ رکعتیں) پڑھایا کرتے تھے اور ہر رات ان کے ساتھ قرآن پاک کی ایک منزل پڑھتے تھے۔ ''

مجلز کا نام لاحق بن حمید بصری ہے۔ انہوں نے مندرجہ ذیل صحابہ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت حسن بن علی، حضرت معاویہ، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابن عباس، حضرت انس اور حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت حفصہ وغیرہ رضی اللہ عنہم ۔ (تھذیب التھذیب : ج ۱۱ ص ۱۷۱)

پس ان روایت سے ثابت ہوا کہ بیس رکعت پر تابعین کے اجماع کا دعویٰ محض دھونس اور نری فریب کاری ہے۔ لہٰذا شاہ صاحب کی کدمت میں گزارش ہے

ان مسائل میں ہے کچھ ژوف نگاہی درکار

یہ حقائق ہیں تماشاہائے لب بام نہیں

ائمہ اربعہ کا بیس پر اجماع ثابت نہیں:

فَسوفَ تَریٰ إذا اِنکَشفَ الغُبارُ

أَفرَسُ تَحتَ رِجلِک اُمَ حمارُ

حافظ سیوطی اپنے رسالہ المصابیح میں حضرت امام مالک کا مسلک اور پسندیدہ عمل بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

قال ابن الجوری ان اصحابنا عن مالک انہ قال الذی جمع علیہ الناس عمر بن خطاب احب الی وھو احدی عشرۃ رکعۃ وھی صلوۃ رسول اللہ ﷺ قیل لہ احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر؟ قال نعم وثلث عشرۃ قریبا منہ قال ولا ادری من این احدث ھذا الرکوع الکثیر۔ (تحفۃ الاحوذی: ج ۲ ص ۳)۔ المصابیح فی صلوۃ التراویح۔)

''ہمارے اصحاب سے امام ابن جوزیؒ نقل کرتے ہیں کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ تراویح کی جس تعداد پر لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا تھا وہ تعداد مجھے محبوب تر ہے اور وہ گیارہ رکعات ہیں اور یہی نماز رسول اللہ ﷺ کی تھی۔ کسی نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ کیا وتر سمیت گیارہ ہیں؟ فرمایا: ہاں اور تیرہ رکعات جو لوگوں میں رائج ہیں مجھے اس کی وجہ اور علت معلوم نہیں کہ زیادہ رکعتیں کہاں سے اور کیونکر جاری ہوئیں۔''

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

وقیل احدی عشرۃ رکعۃ وھو اختار مالک لنفسہ واختارہ ابو بکر ابن العربی۔ (عمدۃ القاری: ج ۵ ص ۳۵۸، تحفۃ الاحوذی: ج ۲ ص ۳)

''ایک قول گیارہ رکعت کا ہے۔ امام مالکؒ کو یہی تعداد پسند تھی اور اسی تعداد کو مشہور مالکی فقیہ ابو بکر ابن العربی نے پسند فرمایا۔''

مسلک امام شافعیؒ:

آپ کا مسلک بھی گیارہ رکعت مع الوتر کا ہے۔ امام بیہقی کتاب ''معرفۃ السنن والآوثار'' میں ارقام فرماتے ہیں:

قال الشافعی اخبرنا مالک عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیم الداری ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ ھذا مذھبنا۔ (معرفۃ السنن والاثار: ج ۱ ص ۴۴۷۔ وفتاوی علماء حدیث: ج ۶ ص ۳۲۰)

''حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہم کو امام مالکؒ نے خبر دی انہوں نے محمد بن یوسف سے روایت کی اور انہوں نے سائب بن یزید سے اور سایب بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھایا کریں، امام شافعی فرماتے ہیں۔ یہی ہمارا مذہب ہے۔ (قیام اللیل: ص ۲۰۲)

اعتراض: امام ترمذی نے لکھا ہے امام شافعیؒ بیس رکعت تراویح کے قائل تھے۔ لہٰذا ان دونوں اقوال میں جو تعارض ہے اس کا حل کیا ہے؟

جواب: احتمال ہے کہ پہلے امام شافعیؒ بیس رکعت کے قائل ہوں اور بعد میں دلیل کی پختگی کی وجہ سے گیارہ تراویح کو اپنا مذہب قرار دے لیا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بیس کے استحباب کے قائل ہوں۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے:

وَعَنِ الزَّعْفَرَانِي عَنِ الشَّافِعِيِّ رَأَيْتُ النَّاسَ يَقُومُونَ بِالْمَدِينَةِ بِتِسْعٍ وَثَلَاثِينَ وَبِمَكَّةَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ وَلَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ ضِيقٌ وَعَنْهُ قَالَ إِنْ أَطَالُوا الْقِيَامَ وَأَقَلُّوا السُّجُودَ فَحَسَنٌ وَإِنْ أَكْثَرُوا السُّجُودَ وَأَخَفُّوا الْقِرَاءَةَ فَحَسَنٌ وَالْأَوَّلُ أَحَبُّ إِلَيَّ۔ (فتح الباری، ترتیب شیخ ابن باز: ج۴ص ۲۵۳، طبع جدید ص ۳۱۹)

''امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو مدینہ میں ۳۹ رکعت تراویح اور مکہ مکرمہ میں ۲۳ رکعت تراویح پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، چونکہ یہ نفلی نماز ہے، لہٰذا اس میں رکعات کی کمی بیشی میں کوئی حرج نہیں۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ اگر لوگ رکعات کم پڑھیں اور قراءت زیادہ کریں تو اچھا ہے۔ اور اگر رکعات میں اضافہ کریں اور قراءت کم کر لیں تو بھی اچھا ہے، تاہم پہلی صورت، یعنی رکعات تھوڑی اور قرآن زیادہ پڑھا جائے تو یہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک:

امام اہل السنہ احمد بن حنبلؒ کسی معین عدد کے قائل ہی نہیں۔ وہ اس نماز میں توسع کے قائل ہیں، چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں:

وقال احمد روی فی هذا الوان لم یقض فیه بشیء۔ (تحفۃ الاحوذی: ج۳ باب قیام شهر رمضان ص ۷۶)

''نماز تراویح کی معین تعداد کے متعلق مختلف روایات منقول ہیں، لہٰذا آپ نے تعداد رکعات تراویح کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔''

امام محمد بن نصر مروزی لکھتے ہیں:

قال اسحق بن منصور قلت لاحمد بن حنبل کم من رکعة یصلی فی قیام شهر رمضان فقال قد قیل فیه الوان نحوا من اربعین انما هو تطوع۔ (قیام اللیل: ص ۱۵۱، ۱۵۵، وتحفۃ الاحوذی: ج۲ ص ۱۷۶)

''اسحاق بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ تراویح کی کتنی رکعت پڑھنی چاہییں تو امام صاحب نے میرے جواب میں فرمایا کہ تراویح کی رکعات کے متعلق مختلف روایات آئی ہیں حتیٰ کہ بعض روایات میں چالیس رکعات کا بھی ذکر ملتا ہے دراصل یہ نفل نماز ہے، لہٰذا اس میں توسع ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ:

رقم طراز ہیں:

خَیَّرَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ بَیْنَ إِحْدَی عَشَرَةَ وَثَلٰثَ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً۔ (المسوی المصفی علی المؤطا: بان قیام شهر رمضان ص ۷۶۔)

شاہ صاحب المصفی میں لکھتے ہیں کہ امام احمد مخیر داشتہ است درادائے یازدہ رکعت وبست وسہ رکعت۔ امام احمد نے گیارہ اور تیئس رکعت تراویح کے پڑھنے میں اختیار دیا ہے کہ ان دونوں میں جونسی تعداد چاہو پڑھ لو۔

ہماری اس طویل گفتگو سے ثابت ہوا کہ حضرت امام مالکؒ نے گیارہ رکعت تراویح مع وتر پسند فرمائیں۔ اور امام کا مذہب بھی یہی گیارہ رکعات کا ہے۔ اور امام احمد بن حنبل گیارہ اور تیئس میں کوئی ایک تعداد کو اختیار کرنے کی اجازت دے رہے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ بیس رکعات تراویح پر ائمہ اربعہ کا جماع کا دعوی نرا فراڈ اور حدیث رسول پر عمل نہ کرنے کا بدترین حیلہ اور ہتھکنڈہ ہے۔

زاہدنداشت تاب وصال پری رخاں

کنجے گرفت وترس خدارابہانہ ساخت

آئیے! ہم آپ کو آپ کے حجۃ الاحناف علامہ عینی سے ملائے دیتے ہیں۔ آپ ان سے دریافت کرلیں کہ بیس پر اجماع کے دعویٰ کی انہوں نے قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔ موصوف فرماتے ہیں:

فِیهِ ثَمَانِیَةُ اَقْوَال : اَلاَوَّلُ (۴۱) اَلثَّانِیْ (۳٦) اَلثَّالِثُ (۳۴) اَلرَّابِعُ (۲۸) اَلْخَامِسُ (۲۴) اَلسَّادِسُ (۲۰) اَلسَّابِعُ (۱٦) اَلثَّامِنُ (۱۱) وَذَکَرَ اَنَّ الْقَوْلَ الْاٰخِیْرَ هُوَاخْتَارَ مَالِکٌ لِنَفْسِهِ وَاخْتَارَهُ اِبْنُ الْعَرَبِیُّ الْمَالِکِی۔

(عمدۃ القاری: ج۵ ص ۳۰۸،۳۰٦۔)

''رکعات التراویح کے بارے میں آٹھ قول مشہور ہیں: (۱) ۴۱ رکعتیں ہیں اہل مدینہ کا اسی پر عمل ہے (۲) ۳۲ رکعت ہیں، یہ بھی اہل مدینہ میں معمول بہ تعداد ہے۔ (۳) ۳۴ رکعت ہیں' زارہ بن ابی اوفیٰ عشرہ اخیر میں ۳۴ رکعت پڑھایا کرتے تھے۔ (۴) ۲۸ رکعت ہیں، کہ زارہ بن اوفیٰ پہلے دو عشروں میں اور سعید بن جبیر آخری عشرہ میں لوگوں کو ۲۸ رکعتیں پڑھایا کرتے تھے۔ (۵) ۲۴ رکعت، یہ تعداد بھی سعید بن جبیر سے مروی ہے۔ (٦) ۲۰ رکعت ہیں ہمارے حنفیہ کا اسی پر عمل ہے۔ (۷) ١٦ رکعت اور آٹھواں قول گیارہ رکعت مع الوتر ہے۔ امام مالک اور ابن العربی مالکی نے اسی آخری قول کو پسند فرمایا ہے۔

لیجئے جناب:

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ ائمہ ثلاثہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد حنبلؒ میں سے کوئی بھی آپ کے اس خانہ ساز اجماع کا قائل نہیں۔ مزید برآں آپ کے علامہ عینی حنفیؒ کے اشہب قلم نے آپ کے اس اجماع کا انجر پنجر ہلا کے رکھ دیا ہے، اب آپ ہی فرمائیں کہ آپ کی اس بانگی پر کان دھریں یا ائمہ ثلاثہ اور علامہ عینی کی مذکورہ بالا تحقیق پر صاد کریں۔

کس کا یقین کیجئے کس کا یقین نہ کیجئے

لائے ہیں بزم یار سے لوگ خبر الگ الگ

لیجئے جناب یہ ہے اصلیت آپ کے اس مزعومہ اجماع کی جس کے برتے پر مخالفین کو ملعون قرار دیے بغیر آپ کو چین نہیں آیا۔

معاف کیجئے ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ آپ نے براہ راست اپنے مذہب کی مسلمہ کتب کو کبھی دیکھا ہے اور نہ دواوین حدیث کے مطالعہ کی ضرورت محسوس فرمائی ہے۔ مولوی خیر محمد جالندھری ایسے متعصب اور غالی حنفی اور ضیاء الدین ایسے جعل ساز حنفی کے رسالہ کے خام مواد کو حرف آخر باور کرکے اجماع کا دعویٰ جڑ دیا۔ یا پھر جان بوجھ کر حق و صداقت اور انصاف و دیانت کے خلاف اپنے اندھے مریدوں اور جاہل سامعین کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے تلبیس وتدریس سے کام لیا ہے جو آپ کی شان تقدس کے سراسر منافی ہے۔ کاش! آپ ایسا نہ کرتے۔

بتلایئے لعنتی کون؟

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عمر فاروق، حضرت ابی بن کعب، تمیم داری، سائب بن یزید اور دوسرے وہ تمام صحابہ مرد اور عورتیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بقید حیات تھے۔ ابو حلیمہ قاری محمد بن اسحاق، اسود بن یزید، وہب بن کیسان، ابو مجلز، سعید بن جبیر، محمد بن سیرین، صالح

مولیٰ توامہ داؤد بن قیس، زراہ بن اوفی اور عمر بن عبدالعزیز کے عہد کے ہزاروں تابعین (قیام اللیل للمروزی) امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ جیسے فقہاء محدثین، مجتہدین میں سے سوائے امام ابوحنیفہ کے سب کا مسلک اور فتویٰ بہرحال آپ کے مفروضہ اجماع کے خلاف ہے۔ پھر ان میں سے اکثر اہل علم بحکم حدیث عائشہ وفرمان فاروقی اس بات کے قائل وفاعل ہیں کہ تراویح مع الوتر کی تعداد گیارہ ہی ہیں۔ باقی اہل علم ۲۴ سے لے کر ۴۱ رکعت کے قائل ہیں۔ اور پھر امام محمد، ابن ہمام، طحطاوی، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ عبدالحی لکھنوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، اور حضرت انورشاہ کاشمیری وغیرہ جیسے فقہاء احناف سب کے سب اس بات کے قائل ہیں کہ تراویح کی مسنون تعداد وتر سمیت گیارہ ہی ہیں۔ یعنی یہ سب اعیان علم وفضل حنفی ہوتے ہوئے بھی آپ کے اس لیٹے پٹے اجماع کے مخالف ہیں، لہٰذا بتائیے کیا آپ کے فتویٰ شریف کے مطابق حنفی اکابر بھی لعنتی ٹھہرے یا نہیں۔ بینوتوجروا۔ اف رے تقلید تیرا ستیاناس۔

خزاں کے ہاتھ سے گلشن میں خار تک نہ رہا

بہار کیسی، نشان بہار تک نہ رہا

حرف محرمانہ:

یہ رہی آپ کے پیش کردہ ادعائی اجماع کی اصلیت؟ اگر آپ پسند فرمائیں اور آپ کی تقلید شخصی اس کی اجازت دے تو ہم بھی فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ کی اساس پر منعقد ہونے والے ایک ایسے اجماع کی نشان دہی کرتے ہیں جو ایمان افروز بھی ہے اور شفاعت رسول ﷺ کا ضامن بھی۔ نیز یہ ایک ایسا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کسی سچے محبّ اور راسخ فی العلم والاعتقاد مسلمان کو اس کی واقعیت اور صداقت میں پہلے کبھی شبہ گزرا ہے اور نہ قیامت تک گزر سکتا ہے۔ ماخوذ:

قال الامام الشافعی رحمہ اللہ اجمع المسلمون علی ان من الستبان لہ سنۃ عن رسول اللہ ﷺ لم یحل لہ اَن یدعھا بقول احد۔ (صلوۃ التراویح للشیخ باصر الدین الالبانی ص ۹۶۔)

''حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص پر رسول اللہ ﷺ کی سنت ثابت ہوجائے تو پھر اس کے لئے کسی امتی کے قول واجتہاد کے پیش نظر اس سنت ثابتہ کو چھوڑ دینا حلال نہیں

علمے کہ نہ ماخوذ زمشکوۃ نبی است

واللہ کہ سیرابی از وتشنہ لبی است

جائے کہ بود مشعل حق شعلہ فروزا

تابع شدن حکم خرد بولہبی است

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ محمدیہ

ج1ص455